حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا سمیع الحق اور ڈاکٹر مولانا شیر علی شاہ کا سفر ایران

امام مسلمؒ کے دیس خراسان (ایران) میں چند روز

(قسط۔۲)

تندمزاج عورت سے واسطہ:

بحرین سے مشہد جاتے ہوئے جہاز میں اپنی سیٹوں پر بیٹھتے وقت ہمیں ایک تند و بدمزاج قسم کی عورت سے کچھ اس طرح واسطہ پڑا کہ ہمارے لیے بورڈنگ پاس پر جو سیٹیں ایشو کی گئی تھیں ان کی ترتیب یوں تھی **17A, 17B, 17C, 17D**۔ جہاز میں تین تین سیٹوں کے دو رو بنے ہوئے تھے۔ جن کے بیچ میں آمد و رفت کے لئے راستہ تھا۔ مولانا سمیع الحق، مولانا شیر علی شاہ، اور میں بائیں طرف کے رو میں تین سیٹوں پر بالترتیب بیٹھ گئے۔ جب کہ ہمارے دوسرے ساتھی کی سیٹ دوسری رو میں **17D** بنتی تھی لیکن اس رو میں ایک معمر عرب خاتون اپنی چھوٹی بچی کے ہمراہ پہلے سے بیٹھی ہوئی تھی جس نے دو سیٹوں کے بجائے تینوں پر قبضہ جمایا ہوا تھا۔ چونکہ ہمارے معاون سفر ساتھی کا یہ پہلا ہوائی سفر تھا اس لیے وہ خاموش ہو کر حیران و پریشان کھڑا رہا میں نے بڑھ کر اس خاتون سے درخواست کی کہ یہ **17D** سیٹ ہمارے ساتھی کی ہے اس لیے براہ کرم اسے خالی کر دیں لیکن اس نے میری بات پر کان دھرنا بھی گوارا نہ کیا۔ مجبوراً میں نے ائیر ہوسٹس کو بلا کر اس معمہ کو حل کرنے کا کہا۔ ائیر ہوسٹس نے آکر اس خاتون کو بڑی نرمی اور خوش خلقی سے سمجھایا کہ جہاز کی سیٹوں کی تقسیم بورڈنگ پاس کے اعتبار سے ہوتی ہے لہذا یہ سیٹ آپ کو خالی کرنی پڑے گی لیکن وہ عورت بات کو سمجھنے کے بجائے مزید بگڑ گئی۔ اور الٹا ائیر ہوسٹس کو برا بھلا کہنا شروع کیا۔ ائیر ہوسٹس نے بڑی نرمی سے بارہا اس عورت کو سمجھاتے ہوئے اس معاملہ کو سلجھانے کی کوشش کی لیکن وہ عورت ٹس سے مس نہیں ہو رہی تھی۔ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹنے کے مصداق اس عورت نے طیش میں آکر ائیر ہوسٹس کو مارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ائیر ہوسٹس بیچاری ڈر کے مارے پیچھے ہٹی اس کا رنگ بھی زرد پڑ گیا تھا اس عورت کی تندی اور بدمزاجی کو دیکھ کر بامر مجبوری میں نے اپنے ساتھی (مولوی صاحب حسین) کو کہا کہ آپ پیچھے جا کر اپنے لئے کوئی خالی سیٹ تلاش کر کے بیٹھ جائیے۔ وہ تو اچھا ہوا کہ پیچھے ایک سیٹ خالی مل گئی ورنہ اکثر تو فلائٹ فل ہوتی ہے۔ پتہ نہیں پھر معاملہ کدھر سے کدھر پہنچتا۔

صادق مصدوق ذات نے تو ویسے نہیں فرمایا کہ ھن ناقصات العقل و الدین اس پر مستزاد یہ کہ اس عورت کی بچی بھی شیطان سے کچھ کم نہ تھی۔ فلائٹ کے دوران اس نے بھی پورے جہاز کو سر پر اٹھائے رکھا تھا۔

ہمارے ساتھی نے بعد میں بتایا کہ پیچھے مجھے جو خالی سیٹ ملی تھی اس کے ساتھ والی سیٹ پر اس بدمزاج عورت کا خاوند بھی میرے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اس کی بچی فلائٹ کے دوران ماں کے پیغامات اسے لا اور لے جا رہی تھی۔ شاید اس عورت سے اپنا خاوند بھی تنگ و عاجز آ گیا تھا اسی لیے تو اس کے قریب بیٹھنا بھی گوارا نہ کیا۔

زن بد در سرائے مرد نکو ہمدرین عالم است دوزخ او

زینہار از قرین بد زنہار وقنا ربنا عذاب النار

رسول اقدس ﷺ نے سچ اور خوب فرمایا خیر متاع الدنیا امرأۃ صالحۃ جو کہ قسمت سے ہی ملتی ہے

جمع بین الصلوتین:

فلائٹ روانہ ہونے سے قبل بحرین ائیر پورٹ پر ہم سب رفقاء سفر نے وضوء بنا لیا تھا تاہم وہاں شام کی نماز ادا نہیں کی طویل سفر کی وجہ سے ہم سب کافی تھک چکے تھے اس لیے فلائٹ کے دوران مولانا سمیع الحق صاحب نے مشورہ دیا کہ نماز مغرب وعشاء اکٹھا ادا کر لیں تاکہ مشہد پہنچ کر آرام کیا جائے۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ ابھی تو مغرب کا وقت باقی ہے اور عشاء کا شروع ہی نہیں ہوا یہ تو پھر جمع حقیقی بن جائے گی۔ جو احناف کے ہاں جائز نہیں۔ مولانا صاحب نے جواب میں فرمایا کہ شام کا وقت صاحبین کے قول کے مطابق افق پر سرخی ختم ہونے تک ہے اس کے بعد عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ شاہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی اسی پر قول فرمایا۔ (گویا سرخی تک کا وقت تو صاحبین اور امام صاحب دونوں کے نزد شام کا ہے۔ جب کہ سرخی کے بعد سفیدی سے صاحبین کے نزدیک عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور امام صاحب کے نزدیک افق پر سرخی اور سفیدی دونوں ہی شام کا وقت ہے۔ افق پر مکمل تاریکی سے عشاء کا وقت شروع ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح کا اختلاف ہے جس طرح ظہر کے وقت مثل ثانی کے سلسلہ میں ہے)

مولانا شیر علی شاہ صاحب نے بھی ان کی تائید کرتے ہوئے فرمایا کہ بالکل صحیح کہا یجوز فی السفر مالا یجوز فی الحضر یعنی دوران سفر شریعت کے بہت سے مسائل نرم پڑ جاتے ہیں۔ اس لیے اتنی زیادہ سختی بھی نہیں کرنی چاہئے۔ اس لیے یہ جمع حقیقی نہیں بلکہ جمع صوری ہوگی۔ بحث کا حاصل یہ نکلا کہ ہم سب ساتھیوں نے فلائٹ کے دوران جہاز میں مغرب وعشاء کی نمازیں ادا کیں۔ دوران فلائٹ ہمیں رات کا کھانا بھی دیا گیا۔ ایران کے مقامی وقت کے مطابق ہماری فلائٹ نے مشہد ائیر پورٹ پر 9:30 بجے لینڈنگ کی۔ ہم نے دعا پڑھی رب ادخلنی مدخل صدق و اخرجنی مخرج صدق وجعلنی من لدنک سلطاناً نصیرا۔

شکر کہ جمازہ بمنزل رسید زورق امید بہ ساحل رسید

مشہد میں استقبال:

مشہد ائیر پورٹ پر ہمیں لینے اور استقبال کے لیے ہمارے میزبان مولانا سید محمد ابراھیم فاضلی حقانی اپنے دیگر برادران اور رفقاء کے ہمراہ پانچ گھنٹوں سے منتظر تھے۔ جیسے ہی ہم جہاز کی سیڑھیوں سے اترے وہ ہمارے استقبال کے لیے لپکے اور السلام علیکم، خوش آمدید، سفر بخیر کے الفاظ دہرانے لگے۔ ان کے ہمراہ ایران کے وزارت خارجہ کا ایک نمائندہ بھی موجود تھا جس کا نام وحدتی بتایا گیا۔ ہمیں بذریعہ کوسٹر وی آئی پی لاؤنج لے جایا گیا۔ جہاں ہماری تواضع مشروبات سے کروائی گئی۔ اس دوران ہمارے پاسپورٹ امیگریشن حکام کے پاس انٹری لگوانے کے لئے بھیجے گئے۔ انٹری لگوانے کے بعد مولانا فاضلی ہم سب ساتھیوں کو گاڑیوں میں بٹھا کر اپنے گھر لے گئے۔ مشہد کا موسم ہمارے ملک کی نسبت بہتر تھا۔

یہ بلبلوں کا صبا مشہد مقدس ہے قدم سنبھال کے رکھیو یہ تیرا باغ نہیں

مشہد:

مشہد ایران کے صوبے خراسان کا صدر مقام اور ایران میں شیعوں کی سب سے بڑی زیارت گاہ ہے۔
یہ سطح سمندر سے تین ہزار فٹ کی بلندی پر ۵۹ درجہ ۳۵ دقیقہ طول البلد مشرقی (گرینوچ) اور ۱۶ درجہ ۱۷ دقیقہ عرض البلد شمالی پر کشف رود کی وادی میں جو ۱۰ سے ۲۵ میل تک چوڑی ہے واقع ہے۔
مشہد کشف رود کے جنوبی کنارے سے کوئی چار میل کے فاصلے پر آباد ہے۔ پہاڑیاں جو وادی کے ساتھ ساتھ چلی گئی ہیں۔ مشہد کے قریب آٹھ یا نو ہزار فٹ بلند ہیں۔ لاکھوں آبادی پر مشتمل تہران کے بعد یہ ایران کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ میلوں پر پھیلا ہوا ہے صاف ستھری کھلی سڑکیں جن کے بیچوں بیچ پھولوں کی کیاریاں دورویہ بلند و بالا خوبصورت سرسبز درخت وسیع چوک ہر چوک پر کسی شخصیت کا مجسمہ، یا سنگ تراشی کا کوئی شاہکار رات کو ہزاروں رنگارنگ قمقمیں غرض ہر طرف رنگ و کیف سماں پیش نظر ہوتا ہے۔

آب وہوا:

بلند مقام پر واقع ہونے اور پہاڑوں کے قرب کی وجہ سے مشہد کی آب وہوا موسم سرما میں سخت سرد اور موسم گرما میں سخت گرم ہوتی ہے۔ اسے صحت بخش مقام سمجھا جاتا ہے۔ مشہد کو ایک لحاظ سے اسلام سے قبل کے زمانے کے طوس کا جانشین کہنا چاہیے۔ بسا اوقات غلطی سے طوس کے ساتھ اس کا التباس کیا جاتا رہا۔

دو بڑی شخصیات کا مدفن:

نوقان یا سناباز کے گاؤں میں جو اب مشہد میں شامل ہے اسلامی تاریخ کی دو بڑی شخصیتیں دفن ہوئی ہیں۔

خلیفہ ہارون الرشید (امام) علی الرضا بن موسی رحمہم للہ جب ہارون الرشید نے خراسان میں فوج کشی کرنے کا ارادہ کر دیا تھا۔ تو وہ سناباز کے ایک دیہاتی محل میں بیمار پڑ گئے جہاں آ کر اس نے قیام کیا تھا۔ اور چند روز کے اندر ہی فوت ہو گیا۔ ہارون کی وفات کے کوئی دس سال بعد مامون نے بھی مروا جاتے ہوئے چند روز کے لئے اس محل میں قیام کیا تھا۔ اس کے ساتھ اس کے داماد امام علی الرضا بن موسی بھی تھے جو کہ خلیفۃ المسلمین کے عہدہ کے لئے نامزد ہو چکے تھے۔ اور اثناء عشریوں کے آٹھویں امام مانے جاتے ہیں۔ جو حضرت موسی کاظم کے خلف الرشید ہیں مدینہ منورہ میں ۱۴۸ھ کو جمعہ کے دن پیدا ہوئے بہت بڑے عالم اور اتقیاء روزگار میں سے تھے مامون کے لئے طب میں ایک رسالہ بھی تصنیف کیا تھا ابونواس عرب کے مشہور شاعر سے لوگوں نے کہا کہ تو نے ہر مضمون کے شعر لکھے اور حضرت علی رضا جو فخر روزگار ہے اس کے شان میں دو شعر بھی نہ کہے۔ تو اس نے کہا کہ ''ان کا پایہ کمال میری مدح سے بہت اونچا ہے''۔

امام علی رضاء صفر ۲۰۳ھ مطابق ۸۱۸ء میں اچانک یہاں انتقال فرما گئے۔ کہتے ہیں کہ انہیں انگور میں زہر دیا گیا۔ حضرت علی رضا نے وفات پائی تو مامون نے حکم دیا کہ ہارون الرشید کی قبر اکھڑوا کر حضرت علی رضا بھی اسی میں دفن کیے جائیں جس سے مقصود یہ تھا کہ ہارون الرشید بھی حضرت علی رضا کی برکت سے مستفید ہو۔ مامون کو حضرت علی رضا کی وفات کا نہایت صدمہ ہوا۔ وہ جنازہ کے ساتھ ننگے سر گیا اور رو رو کر کہتا تھا کہ اے ابوالحسن تیرے بعد میں کہاں جاؤں۔ تین دن تک قبر پر مجاور رہا اور صرف ایک روٹی و نمک روزانہ اس کی خوارک رہی ہے۔ یہ سوال اب تک تشنہء جواب ہے کہ امام علی رضا کو کس نے زہر دلوا کر مارا؟

یہاں کے شیعوں کو جو عزت و تکریم کا مقام حاصل ہے وہ اس مقدس امام کے روضہ کی وجہ سے ہے اور اسی وجہ سے یہ معمولی گاؤں بڑھ کر ایک بڑے شہر کی شکل اختیار کر گیا ہے اور اسے المشہد کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ جس کا نام ''ضریح خانقاہ'' ہے۔ (ابتدائی معنی ایسے شہید کا مدفن جو آنحضرت ﷺ کے اہل بیت میں سے ہو)

محمد حسن خان صنیع الدولہ کی تصنیف مطلع الشمس (۳ جلدیں) میں مشہد کی مفصل تاریخ موجود ہے۔ اس کتاب کی دوسری جلد خالصتاً مشہد کی تاریخ پر مشتمل ہے۔

۴۲۸ھ/۱۰۳۶ء سے ۱۳۰۲ھ/۱۸۸۴ء تک کے کل واقعات اس میں درج ہیں۔

طوس کی بربادی:

مشہد کی اہمیت اس مقدس درگاہ کی بڑھتی ہوئی شہرت اور طوس کے زوال کے باعث بڑھتی چلی گئی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ ۷۹۱ھ تک طوس مملکت خراسان کا صدر مقام اور اس علاقے کا آباد اور پر رونق شہر تھا حکومت کے تمام ادارے محلات اور عمارتیں یہیں تھیں علم و فضل کا عظیم مرکز بھی طوس ہی تھا۔ حضرت امام غزالیؒ فردوسی محقق طوسی، نصیر الدین، نظام الملک طوسی، مشہور محدث احمد نسائی اور طاؤس الفقراء شیخ ابوالنصر سراج رحمہم اللہ جیسے عظیم لوگ اس

طوس کے قابل فخر فرزند ہیں۔

۷۹۱ھ/۱۳۸۸ء میں تیمور کے بیٹے میران شاہ نے یہاں کے باغی مغل حکمران کے مدمقابل طوس پر ضرب کاری لگائی کئی ماہ محاصرہ رہا اور پھر اسے تاراج کر دیا گیا۔ شہر کھنڈروں کا ڈھیر بن کر رہ گیا۔ ۱۰ ہزار باشندے تہ و تیغ کر دیئے گئے۔ جو لوگ اس بربادی سے بچ نکلے انہوں نے علوی خانقاہ (روضہ امام) آکر پناہ لی۔ اس زمانے سے طوس بالکل ویران ہو گیا اور اس علاقہ کا صدر مقام مشہد ٹھہرا۔ ایران کے دیگر بڑے شہروں کی طرح اس شہر نے بھی اپنی چار دیواری کے اندر بغاوتوں اوار معرکوں کے ہولناک مناظر دیکھے۔

<u>مولانا فاضلی کی رہائش گاہ پر:</u>

مولانا فاضلی ائیر پورٹ سے ہمیں سیدھے اپنی رہائش گاہ واقع خیابان امام رضاء ۱۴ بلاک ۴۷ لے گئے۔ یہاں ہماری ملاقات جامعۃ الاحناف اور دار العلوم تعلیم القرآن شورک کی دستار بندی کے لئے تاجکستان سے آئے ہوئے مہمان مولانا شیخ حسن جان سے ہوئی۔ وہ نہایت خوش مزاج اور خوش طبع شخصیت کے حامل تھے۔ موصوف دوشنبہ کے قریب ایک جامعہ مسجد میں خطیب و امام ہونے کے ساتھ تدریس کی فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ مسلسل ۲۰ گھنٹے کے سفر سے ہم سب ساتھی تھک کر چور چور ہو گئے تھے۔ اس لیے رات کے کھانے کے بجائے آرام کو ترجیح دیتے ہوئے میں نے فاضلی صاحب سے عرض کیا کہ براہ کرام ہمیں رات کے کھانے سے معذور سمجھ کر ہمیں آرام کرنے کی جگہ بتلائیے۔ حضرات شیخین (مولانا شیر علی شاہ اور مولانا سمیع الحق صاحب) نے بھی میری رائے کی بھرپور تائید کی لیکن مہمان تھکے تھے پر میزبان تو چاک و چوبند اور محبت و اخلاص دل میں لیے بیٹھا تھا۔ اس نے زور دے کر کہا کہ کھانا تو ضرور کھلایا جائے گا ہمارے پشتو کا ایک محاورہ ہے ''میلمہ د کوربہ غوئے وی ''مہمان میزبان کی مرضی پر ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر میں دسترخوان قسما قسم نعمتوں سے مزّین کیا گیا۔ مولانا فاضلی کے برخورداران جناب یوسف صاحب، جناب اسحٰق صاحب، جناب حافظ یحییٰ صاحب اور چھوٹا محمد، مہمانوں کے تواضع کے لئے ہمہ تن مستعد و مصروف تھے۔ کھانوں کی لذت و عمدگی اور میزبان کے خلوص نے ہمیں نہ چاہتے ہوئے بھی دوبارہ پیٹ بھر کر کھانے پر مجبور کر دیا۔ اسکے بعد چائے کا دور بھی چلا۔ دوران مجلس ایران کے وزارت خارجہ کے نمائندہ وحدتی صاحب سے بھی مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی۔ اس نے بتایا کہ میں ایران میں قیام کے دوران آپ کی خدمت کے لئے ساتھ رہوں گا۔ وزارت خارجہ کے دیگر افسران بھی خدمت کے لئے کل پہنچ جائیں گے۔ ممکن ہے ایرانی گورنمنٹ نے اسے ہماری نقل و حرکت پر نظر رکھنے کیلئے بھیجا ہو۔ جلسۂ دستار بندی چونکہ پرسوں بروز جمعرات تھی اس لیے کل کا دن ہمارے ساتھ مشہد کی سیر کیلئے فارغ تھا۔ مولانا فاضلی صاحب نے کھانے کے دوران کل کے پروگرام کا تعین کرتے ہوئے بتایا کہ کل ہم پکنک کے لئے ایک سیر گاہ پر جائیں گے اور سیر و تفریح کے بعد عصر کے وقت امام مسلمؒ کے شہر و مدفن نیشا پور اور شیخ

فریدالدین عطارؒ وعمر وخیامؒ کے مزارات پر حاضری دیں گے۔ تقریباً سوا گھنٹہ تک جاری رہنے کے بعد یہ نشست مکمل ہوئی۔ آخر کار آرام کی گھڑی آہی گئی اور مولانا فاضلی صاحب ہمیں اپنے مکان کے سامنے والے عمارت کے تیسری منزل میں لے گئے جو ہمارے لئے تیار کیا گیا تھا۔ ہر سوٹ دو کمروں، لاؤنج، کچن، باتھ روم پر مشتمل تھا۔ دائیں طرف والے فلیٹ میں مولانا سمیع الحق اور مولانا شیر علی شاہ اور بائیں طرف والے میں ناچیز (عرفان الحق) اور صاحب حسین کی باہمی سکونت ہوئی۔ کمروں میں ایرانؒ کے قسماقسم مشروبات' حلویات اور میوہ جات طشتریوں میں سجائے ہوئے مہمانوں کے تواضع کیلئے رکھے ہوئے تھے۔ ڈیڑھ بجے کے قریب ہم اپنی اپنی چار پائیوں پر آرام کیلئے لیٹ چکے تھے۔

14 رجون **2006ء** بروز بدھ صبح نماز فجر کی ادائیگی کے بعد آرام کے لیے دوبارہ لیٹ گئے۔ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب میری آنکھ کھلی تو مولانا سمیع الحق صاحب کی فلیٹ کی طرف اس غرض سے گیا کہ اگر ان کو کوئی ضرورت ہو تو پوری کی جاسکے۔ دیکھا تو وہاں مولانا ابراہیم فاضلی پہلے سے مولانا سمیع الحق اور مولانا شیر علی شاہ کے ساتھ باہمی مجلس میں ایران کے حالات پر محو گفتگو تھے۔ مولانا فاضلی صاحب نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا کہ آپ حضرات آدھ گھنٹہ تک تیاری کر کے ناشتے کیلئے نیچے میرے گھر آجائیں۔ ناشتہ کے بعد ہمیں جلدی نکلنا ہے۔ ناشتہ پر ہماری ملاقات دو ساتھیوں سے ہوئی ان میں ایک صاحب عبدالعزیز نیازی تیباد سے، سید احمد شاہ صاحب (جو کہ تیباد کے صاحب ثروت و متمول شخصیت اور فاضلی صاحب کے معتقد ہیں) کی **2006** ماڈل پراڈو جیپ ہمارے آرام دہ سفر کی خاطر لائے تھے۔ اور دوسرا ساتھی جس کا نام تو یاد نہیں تائباد کے جامعۃ الاحناف کا مشہور باورچی تھا جو آج سیر و تفریح کے دوران ہمارے لیے عمدہ اور لذیذ کھانے تیار کرنے کیلئے خصوصی طور پر تیباد سے آیا تھا۔ فجزاء ھم اللہ خیرا۔

<u>زعفران:</u> ناشتے کے بعد مولانا فاضلی صاحب نے حسب دستور شفقت کرتے ہوئے فاضلی زعفران کے ڈبے ہم سب ساتھیوں کو ہدیہ میں پیش کئے۔ مولانا فاضلی صاحب کا اندرون ایران اور بیرون ملک زعفران کا وسیع کاروبار' فاضلی زعفران'' کے نام سے چلتا ہے۔ نباتات میں زعفران قدیم زمانے سے مشہور و معروف نبات ہے۔ جو کھانوں، مشروبات، حلویات اور دواؤں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ انسانی حیات کی تقویت اور جسمانی روحانی طور پر نشاط کے حصول کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ تعویذ گر حضرات اس کو بطور سیاہی تعویزوں کے لکھنے میں بھی مجرب سمجھتے ہیں۔ میں نے فاضلی صاحب سے پوچھا کہ زعفران کا حصول کس طرح کیا جاتا ہے؟ انہوں نے زعفران کے پھولوں اور اس کے کاٹنے کے مناظر پر مبنی تصاویر کا پورا کتابچہ گھر سے منگوا کر ہمیں دکھایا۔ زعفران کے ہر ایک پھول میں تین تین ریشے تھے۔ میں نے حیران ہو کر فاضلی صاحب کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ ہمیں جو زعفران دیتے ہیں تو وہ سینکڑوں پھولوں سے چن کر ہمارے پاس پہنچتا ہے۔ انہوں نے ہمارے علم کو بڑھاتے ہوئے کہا کہ زعفران کے پھول کا خاصہ یہ ہے کہ اس کی پتیاں طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک بند ہوتی ہیں اور رات کے وقت کھل جاتی ہیں۔ میں نے فاضلی

صاحب سے مزاحاً کہا کہ گویا زعفران کے پھولوں کا ستر و پردہ اور حیاء باعفت عورتوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ ہر دس گرام زعفران ایک ہزار پھولوں سے حاصل کیا جاتا ہے۔طویل اور کٹھن مراحل سے اس کی صفائی اور کٹھائی حفظان صحت کے اصولوں کے موافق کی جاتی ہے۔تب جا کر ڈبوں میں بند زعفران ہم تک پہنچ پاتا ہے۔زعفران میں اعلیٰ اوسط اور ادنی . تین کیٹیگریز بھی ہیں۔ مولانا شیر علی شاہ صاحب نے کہا کہ بعض لوگ سرے سے زعفران کو جانتے تک نہیں۔ ہمارے پاس اکثر لوگ آ کر کہتے ہیں کہ یہ زعفران کیا ہوتا ہے۔ پھر میں انہیں زعفران نکال کر دکھاتا ہوں بعض ان دیکھی چیزوں کے بارے میں انسان کا عجیب تصور ہوتا ہے۔ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ لینے سے قبل سونے کی اینٹ کے بارے میں میرا تصور یہ تھا کہ جس طرح تعمیراتی اینٹ ہوتی ہے اسی طرح سونے کی اینٹ بھی ہوگی لیکن جب میں نے مدینہ منورہ میں ایک صراف سے پوچھا تو اس نے مجھے سونے کی اینٹ نکال کر دکھائی۔ تب مجھے فرق کا احساس ہوا ۔مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بہت بڑی کائنات انسان کے لیے مسخر کی ہے۔ ایک دفعہ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو مولانا ابوالکلام آزاد نے چائے پر مدعو کیا چائے پیش کرنے پر آزاد نے بخاری صاحب سے پوچھا کہ چائے کیسی ہے؟ تو شاہ جی نے جواب میں کہا کہ ہے تو اچھی لیکن مزعفر نہیں۔ مولانا شیر علی شاہ نے کہا کہ میں ہمیشہ چائے میں زعفران ڈال کر پیتا ہوں۔ چائے کا مزہ اس سے دوبالا ہو جاتا ہے۔

دوران مجلس سمندری جانوروں اور جڑی بوٹیوں کا ذکر بھی ہوا۔ سمندری جانور اختبوط کے بارے میں مولانا شیر علی شاہ صاحب نے کہا کہ یہ ایک ایسا جانور ہے جو سمندر میں انسان سے لپٹ کر انسان کو مار ڈالتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سمندر میں موتیوں کے متلاشی افراد اپنے ہمراہ بڑے بڑے تیز چاقو اور چھریاں رکھتے ہیں۔ تاکہ ایسے موقع پر انہیں مار کر جان بچا سکے۔

<u>درّود آبشار کے قریب پکنک:</u> ساڑھے دس بجے ہم مولانا فاضلی صاحب کے گھر سے رخت سفر باندھ کر درّود پکنک سائٹ کی طرف روانہ ہوئے۔ مولانا سمیع الحق، مولانا شیر علی شاہ، مولانا فاضلی اور ان کا چھوٹا بیٹا محمد اور میں تیباد سے بھیجے گئے۔ جیپ میں بیٹھ گئے جب کہ فاضلی صاحب کے بیٹے یوسف و حافظ یحییٰ مولانا حسن جان تاجکستانی اور مولوی صاحب حسین، موٹر کار میں سوار ہوئے۔ مشہد سے نکل کر ہم اس ہائی وے پر رواں ہوئے جو کہ تہران جاتا ہے۔ یہ مین ہائی وے نہایت وسیع و عریض چار ٹریکس پر مشتمل تھا۔ کچھ مسافت طے کر کے ہم تہران کے مرکزی شاہراہ کو چھوڑ کر دائیں طرف مڑ گئے یہاں ایک راستہ زاھدان و کرمان کی طرف مڑ گیا تھا۔ مزید کچھ دیر سفر کرنے کے بعد آگے ہم دوبارہ دائیں طرف مڑے جہاں دور دور تک سرسبز و شاداب مناظر نظر آ رہے تھے۔

دوران سفر گاڑی میں جو علمی لطائف پر مبنی گفتگو ہوئی وہ قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش خدمت ہے۔

<u>تعدد ازدواج:</u> دوسری شادی سے متعلق مولانا فاضلی صاحب نے کوئی بات چھیڑی تو مولانا سمیع الحق صاحب

نے برجستہ کہا کہ یہ ہر کسی کی بس کی بات نہیں ہوتی ہر مرد دوسری شادی کا خواہش مند تو ہوتا ہے لیکن عملاً پہلی بیوی کے ڈر سے کر نہیں سکتا۔ میں نے مزاحاً مولانا فاضلی کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ فاضلی صاحب کے قبیلے کی عورتیں مردوں پر نہایت زورآور ہوتی ہیں۔ اس لئے ان کے قبیلے کے لوگ (مرد) دوسری شادی کرنا تو بعید اس کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ اس پر تمام حضرات خوب ہنسے۔

مولانا شیر علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ ابومنصور نے ایک دفعہ اپنی بیوی سے دوسری شادی کی اجازت چاہی تو اس نے سختی سے منع کیا۔ پھر ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ کو بلا کر بیوی کو چھپ کر پس پردہ بٹھایا اور امام صاحب سے پوچھا کہ شریعت میں شادیاں کرنے کی کتنی حد ہے؟ امام صاحب نے جواب میں یہ آیت پیش کی فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلاث وربع، دوتین اور آخری حد چار کی ہے۔ اس پر منصور نے پس پردہ بیوی کو مخاطب کر کے کہا کہ سن لیا کیا کہتے ہیں۔ اب امام صاحب اس معاملے کی تہہ تک پہنچے انہوں نے فوراً منصور کو آیت کا یہ حصہ بھی سنا دیا کہ فان خفتم الاتعدلو فواحدۃ ، یعنی عدل نہ ہونے کے اندیشے پر ایک ہی پر اکتفاء کیا جائے گا۔ بعد میں ابومنصور کی بیوی نے امام صاحب کی خدمت میں بیش بہا قیمتی ھدایا بھیجے لیکن امام صاحب نے یہ کہہ کر رد کر دیئے کہ یہ حق بات میں نے آپ کی خاطر نہیں بلکہ اللہ کی خاطر کی تھی۔ ان اجری الا علی اللہ

مولانا سمیع الحق صاحب نے فرمایا کہ فابدؤ بمابدأ اللہ بذکرہ، یعنی دو پر عمل ہونا چاہئے جس طرح صفا ومروہ کے چکر میں حکم ہے کہ فابدؤ بمابدا اللہ ان الصفا والمروہ ،اسی طرح شادی کے معاملے میں بھی اللہ نے شروع دو سے کیا ہے گویا کہ ایک شادی والے مرد کو کسی شمار میں نہ رکھا۔

<u>افلاس وغربت اور علم دین کا حصول</u>: افلاس وغربت کی بات آئی تو مولانا فاضلی صاحب نے کہا کہ امام ابویوسف مالی اعتبار سے نہایت کمزور وغریب تھے ایک دفعہ حمام غسل کرنے کے لئے تشریف لے گئے جب غسل سے فارغ ہوئے تو جیب میں حمام کے مالک کو دینے کے لئے کچھ نہ تھا امام ابویوسف نے اسے کہا کہ اگر آپ کہیں تو میں آپ کو حدیث سناؤں لیکن حمام کے مالک نے کہا کہ میں نے حدیث سن کر کیا کرنا ہے۔ مجھے تو غسل کرنے کی اجرت ایک درھم چاہیے۔ امام ابویوسف نے کہا کہ چلو فقہی مسائل مجھ سے سیکھ لو لیکن اس پر بھی اس نے حسب سابق جواب دیا پھر کہا چلو تمہیں کچھ اشعار سناتا ہوں لیکن صاحب حمام بضد تھا کہ مجھے تو درہم درکار ہے' اس پر امام ابویوسفؒ نہایت متاسف اور غمزدہ ہوئے اور واپس آ کر امام ابوحنیفہؒ سے اپنی غربت کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ میرا علم تو مجھے ایک غسل نہ کروا سکا۔ امام ابوحنیفہؒ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ علم حاصل کر وان شاءاللہ مستقبل میں فالودہ اور فیروزہ کھاؤ گے۔

بے جہد وبے کوشش ثمر کس کو ملا ہے — بے خاک کے چھانے ہوئے زر کس کو ملا ہے
بے خوشہ زنی گنج گوہر کس کو ملا ہے۔ — بے جورکشی تاج ظفر کس کو ملا ہے

جو رتبہ بالا کے سزاوار ہوئے ہیں — وہ پہلے مصیبت میں گرفتار ہوئے ہیں

میں نے بات بڑھاتے ہوئے کہا کہ اس طرح کا ایک واقعہ خطیب بغدادی نے بھی تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے کہ امام ابو یوسف نے فرمایا کہ میرے والد ابراہیم بن حبیب فوت ہوگئے اور مجھے چھوٹا بچہ والدہ کی گود میں چھوڑ گئے۔ میری والدہ نے مجھ کو دھوبی کے حوالہ کردیا۔ کہ میں اس کی خدمت کرتا رہوں، میں دھوبی کو چھوڑ کر ابو حنیفہؒ کے حلقہ درس میں چلا جاتا، اور وہاں بیٹھ کر سنتا، میری والدہ حلقہ درس میں میرے پیچھے آجاتی، اور مجھے ہاتھ سے پکڑ کر دھوبی کے پاس لے جاتی۔ امام ابو حنیفہؒ نے یہ بات میری حاضری اور شوق علم کی وجہ سے محسوس کی، جب میری والدہ کا بار بار آنا اور میرا بھاگنا حد سے بڑھ گیا، تو میری والدہ نے امام ابو حنیفہؒ کو کہا کہ اس بچے کو خراب کرنے کا اصل سبب تو ہی ہے، یہ یتیم بچہ ہے اس کا کچھ بھی نہیں۔ میں اون کات کر اس کا پیٹ پالتی ہوں میں چاہتی ہوں کہ یہ کم از کم ایک دانق (درہم کا چھٹا حصہ) تو کمائے جس کو اپنے اوپر خرچ کرے۔ امام ابو حنیفہؒ نے کہا کہ اگر یہ اسطرح علم حاصل کرتا رہا تو روغن پستہ کے ساتھ فالودہ کھائے گا۔

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانہ کی — کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر

میری والدہ وہاں سے واپس ہوگئی اور کہا کہ تیری عقل ختم ہوگئی، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ کی مجلس کو لازم پکڑا وہ میری مالی امداد کیا کرتے تھے۔ اور انہوں نے میری کوئی حاجت وضرورت رہنے نہیں دی، اللہ نے مجھے اتنا بلند کیا کہ مجھ کو قضاء کا سب سے بڑا عہدہ (چیف جسٹس کا) مل گیا، اور میں ہارون الرشید کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگ گیا اور اس کے دسترخوان پر اس کے ساتھ کھانے پر بٹھایا جاتا، ایک دن ہارون الرشید کے سامنے فالودہ پیش کیا گیا ہارون الرشید نے کہا کہ یعقوب کھاؤ یہ ہمارے لئے بھی روز روز تیار نہیں کیا جاتا، میں ہنس پڑا تو اس نے ہنسنے کا سبب پوچھا تو میں نے کہا اللہ امیر المؤمنین کی زندگی دراز کرے، کوئی ایسی بات نہیں، انہوں نے کہا تم ضرور مجھے بتاؤ گے میں نے ان کو پورا قصہ سنایا۔ انہوں نے اس پر بہت تعجب کیا اور فرمایا مجھے قسم ہے علم انسان کو بلند کرتا ہے اور دین ودنیا کا نفع پہنچاتا ہے اور ابو حنیفہؒ کے لئے انہوں نے رحمت کی دعا کی اور کہا کہ وہ عقل کی آنکھ سے وہ کچھ دیکھتے ہیں جو سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا۔

دیوانے کی چالاکی اور فالودہ:

مولانا شیر علی شاہ صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ امام ابو یوسفؒ دار القضاء (عدالت) سے نکلے تو ایک دیوانہ ملا جس نے آپ پر سوال کیا کہ قرآن مجید میں یہ آیت وان من امة الا خلا فیھا نذیر آئی ہے تو کتا بھی ایک امت ہے کیا اس کے ڈرانے کیلئے کوئی بھیجا گیا ہے۔ امام ابو یوسفؒ نے اس سوال کے جواب پر کافی سوچا لیکن کوئی جواب بن نہ پڑا اس لئے دیوانے سے معذرت چاہی اور اس پر سوال کیا کہ تمہیں اس کا جواب معلوم ہو تو بتادو دیوانے نے

نے کہا کہ میرا جواب اتنا آسان اور مفت نہیں پہلے مجھے فالودہ کھلائیں تب اس کا جواب دوں گا امام صاحب نے اس دیوانے کو فالودہ کھلایا بعد میں پھر اس سے پوچھا تو اس دیوانے نے زمین سے ایک پتھر اٹھا کر کہا کہ یہ ہے کتے کا ڈرانے والا۔

حالت نزع میں علمی بحث: مولانا سمیع الحق نے فرمایا کہ ابراہیم بن الجراح امام ابو یوسف کے مرض وفات میں ان کی عیادت کے لئے گئے۔ تو امام صاحب پر نیم بے ہوشی طاری تھی۔ طبیعت ذرا سنبھلی تو ابراہیم سے پوچھا کہ رمی جمار ماشیاً افضل ہے یا راکباً؟ ابراہیم نے کہا کہ اس حالت میں ان مسائل پر بحث کی کوئی خاص ضرورت تو نہیں۔ لیکن امام صاحب نے جواباً کہا فرمایا کہ کیا حرج ہے۔ ممکن ہے اس سے کسی کو (امام ابو یوسف کا اپنی طرف اشارہ ہے) نجات مل جائے۔ اسی بحث کے اختتام پر جو حالت نزع میں کی گئی۔ امام ابو یوسف اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔

نہ ہو قناعت شعار گلچیں ' اسی سے قائم ہے شان تیری
وفور گل ہے اگر چمن میں تو اور دامن دراز ہو جا

منصور کی بیوی کو طلاق: مولانا شیر علی شاہ صاحب نے کہا کہ ایک دفعہ منصور نے اپنی بیوی سے غصہ میں کہا کہ اگر تو میری سلطنت وحکومت سے نہ نکلی تو تمہیں طلاق ہے بعد میں منصور اس پر کافی پریشان ہوا اس لئے کہ منصور کی سلطنت سے نکلنے کے لئے ہر طرف ایک ایک ماہ کی مسافت تھی اور بیوی کو کسی حال میں دوسروں کی سپردگی میں دے کر سلطنت سے نکالنا نہیں چاہتا تھا۔ یہ معمہ جب امام ابو یوسفؒ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اس کا حل یوں نکالا کہ بیوی کو کہو کہ مسجد چلی جائے مسجد وہ قطعہ اراضی ہے جس پر منصور کا تسلط اور حکومت نہیں کیونکہ وہ اللہ کا گھر ہے اس طرح اسے اس سختی سے نجات ملی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک سرسبز وشاداب صاف ستھرے منظم آبادی والے شہر میں داخل ہوئے یہ درود شہر تھا درود شہر کے وسط میں چوک سے دائیں اوپر کی طرف ہماری گاڑی جارہی تھی آگے چڑھائی پر وادی شروع ہوئی سڑک کے کناروں پر سرسبز بلند وبالا درخت اور پہاڑ کے دامن میں گلاس (میوہ کا نام) کے باغات نظر آرہے تھے تھوڑی دور جا کر جیپ رک گئی بس یہی ہماری منزل تھی۔ یہاں آبشار کے قریب چٹائیاں بچھا کر ہم سب ساتھی بیٹھ گئے یہاں آب و ہوا تازہ تھی ورکنگ ڈے ہونے کے باوجود یہاں درجنوں فیملیز پکنک منانے کیلئے آئی ہوئی تھیں۔ چھوٹے بچے ابشار میں نہا رہے تھے۔ مولانا فاضلی کے بیٹے اور تایاد سے آئے ہوئے باورچی گوشت' مرغ کے بھننے اور چاول پکانے میں مشغول ہو گئے۔ اردگرد سیر وتفریح کیلئے آئے ہوئے لوگ بھی کھانا پکانے میں مشغول تھے۔

(جاری ہے)